تحقیق شبِ براءت

مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ

سوال: شیخ عبدالعزیز بن باز کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ پندرہویں شعبان کی کوئی فضیلت کسی حدیث سے ثابت نہیں، اہلِ شام کی مخترعہ بدعت ہے، جب کہ یہاں کے علماء اس کے فضائل میں کئی احادیث بیان کرتے ہیں، اس کی حقیقت تحریر فرمائیں، بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملھم الصّواب

میں نے ۱۳ر محرم ۱۴۱۲ھ میں اس کا مفصل جواب بنام ''عظمت شعبان'' لکھا تھا جو میرے رسالہ ''سات مسائل'' میں شائع ہوا تو اس کے بعض مباحث پر بعض علماء نے اشکال ظاہر کیا، اس لیے اس پر نظر ثانی کی گئی جس کا حاصل یہ ہے:

(۱) اس رات کا نام ''شبِ براءت'' کسی روایت سے ثابت نہیں۔

(۲) اس میں نزولِ قرآن اور تقدیر کے فیصلے ہونے کے خیالات نصِ قرآن کے خلاف ہیں، اس بارے میں کوئی روایت بھی ایسی قوی نہیں کہ اس کا قرآن سے تعارض رفع کرنے کے لیے مختلف بے بنیاد تاویلات بعیدہ تلاش کرنے پر محنت کی جائے۔ (تفسیر ابن کثیر، ص: ۱۳۷، ج: ۴)

(۳) اس میں اموات کو ایصالِ ثواب کی رسم بدعت ہے، بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم میں اس کی سنیت تحریر ہے مگر حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ نے امداد الفتاویٰ میں اس سے رجوع کا اعلان فرمایا ہے، حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تحریر آرہی ہے۔

(۴) قبرستان جا کر اموات کے لیے دعاءِ مغفرت میں اختلاف ہے جس کی تفصیل امداد الفتاویٰ میں ہے، شیوعِ بدعات ومنکرات اور غلبۂ فساد کے اس دور میں بالاتفاق ممنوع ہے۔

طویل بحث کے بعد اکابر علماءِ دیوبند رحمہم اللہ کے آخری فیصلہ کی تحریر آگے آرہی ہے۔

(۵) اس دن کا روزہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، فقہ کی کسی کتاب میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں، اس لیے اس کو سنت یا مستحب سمجھنا جائز نہیں۔

(۶) اس رات کی فضیلت میں اختلاف ہے، ایک جماعت کسی بھی قسم کی فضیلت کی منکر ہے جس کی تفصیل کتب ذیل میں ہے:

۱۔ احکام القرآن لابن العربی، ص: ۱۶۷۸، ج: ۴۔
۲۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ص: ۱۲۷، ج: ۱۶
۳۔ لطائف المعارف لابن رجب، ص: ۱۴۴
۴۔ الحوادث والبدع للطرطوشی، ص: ۱۳۰
۵۔ تذکرۃ الموضوعات للفتنی، ص: ۴۵۔
۶۔ اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ، ص: ۳۰۲

ان کتب کی عبارات کا ترجمہ آگے آئے گا۔

جمہور انفراداً عبادت مطلقہ کی فضیلت کے قائل ہیں۔

اس پر پوری اُمّت کا اجماع ہے کہ اس رات میں کسی قسم کی عبادت کی تعیین، اس میں مختلف اقسام کی تقییدات و اجتماعات وغیرہ سب خرافات وبدعات ہیں، اس بارے میں جتنی بھی راویات ہیں سب موضوعہ ہیں۔

(۷) بحث رواۃ بعض علماء کی تحریرات سے اعتماداً نقل کی گئی تھی، ان علماء پر اعتماد کے علاوہ حوالہ جات کے مراجعہ سے تصدیق بھی کر لی، مزید تفتیش و تنقیح کی ضرورت نہ سمجھی، بعد میں معلوم ہوا کہ یہ بحث نامکمل ہے، اس پر اعتماد نہ کیا جائے، بعض دوسری کتابوں میں بعض رواۃ کی تعدیل بھی منقول ہے جس کے مقابلہ میں روایات جرح مجروح ہیں۔

مذکورہ بالا نمبروں کی بالترتیب تفصیل:

(۲) قال الحافظ ابن کثیر رحمه اللّٰه تعالیٰ:

ترجمہ: اور جس نے کہا کہ یہ نصف شعبان کی رات ہے جیسا کہ عکرمہ سے روایت کی جاتی ہے، اس نے یقیناً بالکل بے محل بات کہی ہے، اس لیے کہ بلاشبہ نص قرآن ہے کہ یہ شب یقیناً رمضان میں ہے اور وہ حدیث جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

''ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک کے فیصلے ہوتے ہیں، حتیٰ کہ ایک شخص نکاح کرتا ہے اور اس کے ہاں بچہ بھی پیدا ہوجاتا ہے حالانکہ اس کا نام اموات میں لکھا ہوتا ہے۔''

یہ حدیث مرسل ہے، اس قسم کی روایات سے نصوص قرآن کا تعارض نہیں کیا جاسکتا۔

(تفسیر ابن کثیر، ص: ۱۳۷، ج: ۴)

(۳،۴) فیصلہ اکابر علماءِ دیوبند:

الفاظ حدیث اور تحقیق شراح سے اس قدر ضرور ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات میں بقیع میں تشریف لے جانا اور دعاء فرمانا بعض خصوصیات کی وجہ سے تھا، جن میں سے اموات مسلمین کو بھی عموم رحمت و دعاءِ مغفرت میں شامل فرمانا تھا، اور اگر چہ یہ خروج اور دعا عادت مستمرہ ہو تب بھی اس خاص رات کا خروج اور دعا دلیل استحباب دعا للاموات فی لیلۃ البراءۃ ہے، کیونکہ جیسا اس شب میں نزول رحمت خصوصیت کے ساتھ ہے جیسا کہ وارد ہوا:

ینزل فیھا لغروب الشمس، الحدیث.

اسی طرح آپ کا خروج بھی دیگر لیالی کے خروج سے ممتاز وخاص تھا، بہرحال اس قدر حدیث سے ضرور ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بقیع میں تشریف لے جانے اور دعاء میں مشغول ہونے کی یہ وجہ فرمائی:

انّ اللّٰه تعالیٰ ینزل لیلة النصف من شعبان، الحدیث.

پس اس رات میں **خروج الی المقبرة و دعاء للاموات** بھی حدیث کا مدلول ہوا، لیکن یہ ضرور ہے کہ اس کا التزام اور اس پر اصرار ٹھیک نہیں، اور جو خرابیاں اس پر متفرع ہیں وہ ظاہر ہیں، پس ان عوارض کی وجہ سے منع کرنا ہی احوط

ہے۔ اور صدقہ وخیرات کے لیے یہ رات چونکہ ایک وقت متبرک ومقبول ہے، اس لیے کچھ مضائقہ اس میں نہ تھا، مگر عوام کے زعم تعیین وتخصیص کی وجہ سے اس خصوصیت کو اٹھایا جاوے گا۔

حاصل یہ ہے کہ حکم صدقہ وخیرات کا مطلقاً ہے، جمیع اوقات اس کے محل ہیں خصوصاً اوقات وازمنۂ متبرکۂ مقبولہ میں زیادہ تر اُمید قبولیت ہے، لیکن دوسرے وجوہ سے اس خصوصیت کو منع کیا جاوے گا، دعا اموات جو اس رات میں ثابت ہے اس پر قیاس کر کے خصوصیت صدقہ وخیرات ثابت کرنا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس حدیث کی شرح میں ارقام فرمایا ہے اس کا نقل کر دینا مناسب ہے:

(فقال ان اللّٰہ تعالیٰ ینزل) ای من الصفات الجلالیة الی النعوت الجمالیة زیادة ظهور فی هذا التجلی ان قد ورد فی الحدیث سبقت رحمتی علی غضبی و فی روایة غلبت (لیلة النصف من شعبان) و هی لیلة البراء ة و لعل وجه تخصیصها لانها لیلة مبارکة ففیها یفرق کل امر حکیم و یدبر کل خطب عظیم لمّا یقع فی السنة کلها من الاحیاء الاماتة و غیرهما حتی یکتب الحجاج و غیرهم (الی السماء الدنیا) ای قاصدا الی السماء القریبة من اهل الدنیا المتلوثین بالمعصیة المصاحبین الی انزال الرحمة علیهم و اذیال المغفرة و ظاهر الحدیث ان هذا النزول المکنی به عن التجلی الاعظم و نزول الرحمة الکبری والمغفرة للعٰلمین لا سیما اهل البقیع یعم هذه اللیلة تفمتاز بذلک علی سائر اللیالی اذ النزول الوارد فیها خاص بثلث اللیل (فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب) ای قبیلة بنی کلب و خصهم لانهم اکثر غنما من سائر العرب، نقل الابهری عن الازها ان المراد بغفران اکثر عدد الذنوب المغفرة لاعدد اصحابها و هٰکذا رواه البیهقی ، اما الحدیث الاتی فیغفر لجمیع خلقه فالمراد اصحابها ، والحاصل ان هذا الوقت زمان التجلیات الرحمانیة و التنزلات الصمدیة والتقربات السبحانیة الشاملة للعام والخاص و ان کام الخطا لاوفی لارباب الاختصاص فالمناسب الاستیقاظ من نوم الغفلة والتعرض لنفحات الرحمة و انا رئیس المستغفرین و انیس المسرحمین و شفیع الذنبین بل و رحمة للعٰلمین خصوصاً اموات المسلمین من الانصار والمهاجرین فلا یبق لی الا ان اکون متثلا بین یدی ربی ادعو بالمغفرة لامتی واطلب زیادة الرحمة لذاتی فانه لیس لاحد ان یستغنی عن نعمته او یستنکف عن عبادته والتعرض لخزائن رحمته و قد اراد اللّٰه لک الخیر بالقیام و ترک المنام و متابعة سید الانام و حصول المعفرة ببرکته علیه الصلوٰة والسلام انتهی (مرقاة شرح مشکوٰة) فقط.

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

۱۴؍ رمضان المبارک، ۱۳۳۳ھ

احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ اس کے ساتھ ایک پرچہ بھی تھا اس میں لکھا تھا:

''بندہ نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے بڑے مولانا (یعنی حضرت مولانا محمود حسن صاحب) کو سنا لیا ہے''۔

اور خلاصہ اس فیصلہ میں دیوبند کا یہ ہے: ''احقر کے دعوے کے دو جز تھے۔

ایک یہ کہ حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دال ہے **من وجہ تخصیص لیلۃ البراء ۃ بالدعاء للاموات** پر۔

دوسرا یہ کہ اس دعا پر دوسرے طرق ایصال ثواب کو قیاس کیا جا سکتا ہے، اس فیصلہ میں جزو اوّل کو ثابت رکھا ہے مگر عوارض کے سبب خروج الی المقبرہ کے منع کو احوط کہا ہے۔

اور بعض علماء متاخرین کی تصریح بھی اس کی مؤید ہے، جیسا کہ دیوبند کے ایک کارڈ مرقومہ ۱۳؍رمضان المبارک میں حضرت مجیب ممدوح نے یہ عبارت لکھی ہے:

''یہ خیال رہا کہ فقہاء نے بھی **لیلۃ البراء ۃ** میں کہیں زیارتِ قبور کا استحباب لکھا ہے یا نہیں؟ تلاش کرنے کی فرصت نہ ہوئی اور جو کہیں دیکھا گیا تصریح نہ ملی، البتہ مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے رسالہ نور الایمان میں ایک غیر معروف کتاب ''غرائب'' کے حوالہ سے اس میں استحباب زیارت قبور نقل فرمایا ہے، اور اسی حدیث سے استدلال کیا ہے''۔

اور دوسرے جزو کی نفی کی ہے، پس میں اپنے دعوے کی جزو ثانی سے رجوع کرتا ہوں اور جزو اوّل کو ثبوت کے بعد بھی خروج الی المقبرہ کے منع کو احوط سمجھتا ہوں اور حضرات علماء کے لیے دعا کرتا ہوں جنھوں نے میری رہبری فرمائی۔

ناظرینِ ''اصلاح الرسوم'' بالخصوص اس پر مطلع ہو جاویں، اگر اگر ''اصلاح الرسوم'' کہیں طبع کی جاوے اس پر میرا یہ رجوع بطور حاشیہ کے لکھ دیا جائے، فقط (۱۳۳۳ھ۔ امداد الفتاویٰ، ص:۲۶، ج:۴)

(۶۔۱) قال الامام ابن العربی رحمہ اللہ تعالیٰ:

ترجمہ: ''جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے، اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات۔ یہ خیال بالکل باطل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے: ''**شھر رمضان الذی اُنزل فیہ القرآن**'' سو اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے، پھر یہاں شب نزول قرآن کو ''لیلۃ مبارکہ'' سے تعبیر فرمایا، پس جس نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افترا کیا، شب نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہیں، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ اس میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں، اس لیے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو''۔ (احکام القرآن، ص: ۱۶۷۸، ج: ۴)

(۲) قال الامام القرطبی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ:

ترجمہ: ''کتاب العروس کے مصنف نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے طویل حدیث نقل کی ہے اور کہا ہے کہ آیت کریمہ ''**فیھا یفرق کل امر حکیم**'' سے شب نصف شعبان مراد ہے۔ اس میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں اور اس کا نام لیلۃ البراءت ہے۔ ہم نے اس کے اس خیال پر دوسری جگہ رد کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔ حماد بن سلمہ نے کہا کہ ہمیں ربیعہ بن کلثوم نے بتایا کہ ایک شخص نے میرے سامنے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا: ''کیا

لیلۃ القدر ہر رمضان میں ہوتی ہے''۔ انھوں نے فرمایا: ''ہاں! اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! بلاشبہ وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے۔ یہی وہ رات ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں ''فیھا یفرق کل امر حکیم '' وارد ہے، اسی میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اسی رات میں پیدائش، موت، رزق اور کام وغیرہ ہر چیز کا فیصلہ فرماتے ہیں''۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

''لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہے لکھا جاتا ہے، موت، حیات، رزق، بارش حتیٰ کہ یہ بھی کہ فلاں فلاں شخص حج کرے گا، تو کسی کو بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھتا ہے حالانکہ اس کا نام اموات میں لکھا جا چکا ہے اور یہ سال بھر کے احکام کا اظہار ان ملائکہ کے لیے ہوتا ہے جن کے سپرد اسباب خلق ہیں''۔

اور قاضی ابوبکر ابن العربی نے کہا ہے:

''جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ لیلۃ القدر ہے اور بعض کا خیال ہے کہ نصف شعبان کی رات۔ یہ خیال باطل ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی اور قطعی کتاب میں فرمایا ہے:'' **شھر رمضان الذی اُنزل فیه القرآن**'' سو اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمادی ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا ہے، پھر یہاں شبِ نزول قرآن کو ''لیلہ مبارکہ'' سے تعبیر فرمایا، سو جس نے غیر رمضان میں نزول قرآن کا خیال ظاہر کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا افتراء کیا، شبِ نصف شعبان کے بارے میں کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہیں، نہ اس کی فضیلت کے بارے میں اور نہ میں تقدیر کے فیصلوں کے بارے میں، اس لیے اس رات کی طرف کوئی التفات نہ کرو''۔ (الجامع لاحکام القرآن، ص: ۱۲۷، ج: ۱۶)

۳۔ قال الحافظ ابن رجب رحمه اللّٰه تعالیٰ:

''شام کے بعض تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرہم شب نصف شعبان کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں زیادہ عبادت کرنے کی کوشش کرتے تھے، انھی سے لوگوں نے اس رات کی فضیلت اور عظمت کو لے لیا اور وثوق سے کہا گیا ہے کہ ان کو اس بارے میں اسرائیلی روایات پہنچی ہیں، جب ان کا یہ عمل مختلف شہروں میں مشہور ہوگیا تو علماء نے اس میں اختلاف کیا، بعض نے قبول کرلیا اور اس رات کی تعظیم میں ان سے موافقت کی، ان میں بصرہ کے عابدین و غیرہم کی ایک مختصر سی جماعت ہے اور اکثر علماءِ حجاز نے اس سے انکار کیا، ان میں عطاء اور ابن ابی ملیکہ رحمہما اللہ تعالیٰ بھی ہیں، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فقہاءِ مدینہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح نقل کیا ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب اور دوسرے فقہاء رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ سب بدعت ہے۔

پھر اس شب میں عبادت کے بارے میں اہلِ شام کے دو قول ہیں:

ایک یہ کہ مساجد میں باجماعت نوافل پڑھے جائیں، خالد بن معدان اور لقمان ابن عامر وغیرہما اس رات میں عمدہ لباس پہنتے تھے، خوشبو لگاتے، سرمہ لگاتے اور مسجد میں باجماعت نوافل پڑھتے، اسحاق بن راہویہ نے بھی ان کی موافقت کی ہے، فرماتے ہیں کہ مسجد میں باجماعت پڑھنا بدعت نہیں۔

دوسرا قول یہ کہ مساجد میں نماز، وعظ اور دعا کے لیے اجتماع مکروہ ہے، انفراداً نماز پڑھنا مکروہ نہیں، یہ قول اہلِ

شام کے امام، فقیہ، عالم، امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اور یہی سنت سے قریب تر ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ انھوں نے بصرہ میں اپنے عامل کی طرف لکھا:

''چار راتوں میں عبادت سنت ہے، ان راتوں کا اہتمام کرو، ان میں اللہ تعالیٰ خوب رحمت برساتے ہیں، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرھویں، عیدالفطر کی رات، عیدالاضحیٰ کی رات''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس روایت کی صحت مخدوش ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہمیں خبر پہنچی ہے کہ پانچ راتوں میں دعا قبول ہوتی ہے۔ جمعہ، عیدین، رجب کی پہلی اور نصف شعبان کی راتیں، ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی گئی ہیں میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں''۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی رات کے بارے میں کوئی تصریح معروف نہیں، آپ سے عیدین کی راتوں کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

ایک روات میں با جمات قیام کو پسند نہیں فرمایا، اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں۔

دوسری روایت میں اس کو پسند فرمایا ہے، اس لیے کہ عبدالرحمٰن بن یزید بن الاسود رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا ہے اور آپ تابعی ہیں، اور اکابر فقہاءِ اہلِ شام میں سے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت سے بھی ثابت ہے''۔

(لطائف المعارف، ص:۱۴۴)

۴۔و قال الام ابوبکر الطرطوشی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ عنہ:

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم نے اپنے مشائخ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی ایسا نہیں پایا جو نصف شعبان یا حدیث مکحول کی طرف کوئی التفات کرتا ہو، یہ حضرات اس رات کی دوسری عام راتوں پر کوئی فضیلت نہیں سمجھتے تھے''۔

ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے کہا کہ زیاد نمیری کہتا ہے:

''شب نصف شعبان کا اجر لیلۃ القدر کے برابر ہے''۔

یہ سن کر ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اگر میں اس کو یہ کہتے سنوں اور میرے ہاتھ میں لاٹھی ہو تو اس کو لاٹھی سے ماروں''۔

یہ زیاد قصہ خوان تھا۔ (الحوادث والبدع، ص:۱۳۰)

۵۔و قال العلامۃ محمد طاھر البتنی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ:

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نے اپنے مشائخ وفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی کو بھی شبِ براءت کی فضیلت کی طرف التفات کرتے

نہیں پایا''۔

ابن وجیہ فرماتے ہیں:

''صلوٰۃ براءت کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں سب موضوعہ ہیں اوران میں سے ایک مقطوع ہے، جو شخص ایسی روایت پر عمل کرتا ہے جس کا جھوٹ ہونا ثابت ہوجائے وہ شیطان کے خادموں سے ہے''۔
(تذکرۃ الموضوعات، ص:۴۵)

۶۔آخر میں ''الحاق'' کے تحت ہے:

ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ:

اوپر نمبر ۶ کے تحت نمبر ۳ میں حافظ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق شبِ نصف شعبان سے متعلق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال کی تفصیل یہ ہے:

حضرت امام اعظم اور آپ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ:

ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی بھی نصف شعبان کے بارے میں کوئی قول منقول نہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ سے بھی کوئی قول منقول نہیں۔

اصحاب مالک رحمہم اللہ تعالیٰ:

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ اس شب کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ:

''ہمیں خبر پہنچی ہے...... میں ان کو مستحب سمجھتا ہوں''۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پورے کلام پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا یہ خیال بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، آپ کے علم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہ تھی۔ اس پر شواہد یہ ہیں:

۱۔ بلغنا ''ہمیں خبر پہنچی ہے''۔

آپ کے علم میں کوئی حدیث ہوتی یا کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی قول ہوتا تو بیان فرماتے۔

۲۔ واستحب کل ما حکیت فی ھذہ اللیالی.

''ان راتوں کے بارے میں جو باتیں بھی نقل کی گئی ہیں، میں اُن کو مستحب سمجھتا ہوں''۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ آپ کا قول استحباب صرف بعض تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے پہنچنے والی روایات پر مبنی ہے، پھر وہ روایات بھی کسی پختہ سند سے آپ تک نہیں پہنچیں، ''رویت'' صیغہ تضعیف ہے، یہاں وہ بھی نہیں اس کی بجائے ''حکیت'' ہے جو اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

اور رجب کی پہلی اور عیدین کی راتوں میں عبادت کی فضیلت کے بارے میں کوئی روایت بھی قابلِ قبول نہیں۔

قال الحافظ ابن القیم رحمہ اللّٰہ تعالیٰ:

''ہر وہ حدیث جس میں رجب کے روزے اور اس کی کسی رات میں نماز کا ذکر ہے وہ جھوٹ اور افتراء ہے''۔
(المنار المنیف، ص:۹٦)

علامہ شوکانی اور دوسرے ناقدین حدیث کا بھی یہی فیصلہ ہے۔

قال العلامۃ الالبانی:

''جس نے عیدین کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل نہیں مرے گا جس دن دل مریں گے۔ یہ حدیث موضوع ہے''۔ (سلسلۃ الضعیفہ والموضوعہ، ص:۱۱، ج:۲)

و قال ایضًا:

''جس نے اللہ تعالیٰ سے اجر کی نیت سے عیدین کی راتوں میں نماز پڑھی اس کا دل نہیں مرے گا جس دن دل مریں گے۔ یہ حدیث بہت زیادہ ضعیف ہے''۔ (حوالہ بالا)

حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ سے کوئی روایت منقول نہیں۔

یہ امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷۹۵ھ) کی تحقیق ہے مگر محمد بن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۷٦۳ھ) فرماتے ہیں کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے فضیلت کی روایت منقول ہے:

ولیلۃ النصف لھا فضیلۃ فی المنقول عند احمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ، وقد روی احمد و جماعۃ من اصحابنا و غیرھم فی فضلھا اشیاء مشھورۃ فی کتب الحدیث.

(کتاب الفروع، کتاب الصیام:۳، ص:۱۱۸)

یہ دونوں حضرات حنبلی ہیں اور دونوں ایک ہی زمانہ میں گزرے ہیں اور دونوں ایک ہی شہر ''دمشق'' کے رہنے والے ہیں، ابن مفلح مقدسی ثم دمشقی ہیں اور ابن رجب بغدادی ثم دمشقی۔ اس کے باوجود اپنے امام سے روایت کے بارے میں اختلاف ہے، رفع تعارض کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ **فی المنقول عن احمد** سے روایت مذہب مراد نہیں، روایت حدیث مراد ہے، **کما ھو ظاھر من قولہ ''کتب الحدیث''**۔ روایت حدیث روایت مذہب کو مستلزم نہیں۔

۲۔ قیام نصف شعبان کی کوئی مستقل روایت نہیں بلکہ اس کی تخریج **قیام لیلتی العیدین** سے کی گئی ہے، **کما قال ابن رجب رحمہ اللّٰہ تعالیٰ.**

ابن رجب رحمہ اللہ کی وفات ابن مفلح رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات سے بتیس سال بعد ہوئی ہے، اس کے باوجود وہ روایت احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے منکر ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قول ابن مفلح کے محمل سے بخوبی واقف ہوں گے، خواہ

وہ ان دو محامل میں سے کوئی ہو جو میں نے لکھے ہیں یا کوئی اور۔

اگر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی روایت ہو بھی تو وہ اتنی غیر معروف ہے کہ تیسری صدی کے وسط سے آٹھویں صدی کے آخر تک ساڑھے پانچ سو سال کے طویل عرصہ میں بھی مذہب حنبلی کے جلیل القدر امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکی۔

دوسرا اختلاف:

ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۷۹۵ھ کی تحقیق مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہاءِ اہلِ مدینہ، اصحاب مالک اور اکثر علماءِ حجاز نفس فضیلت ہی کے منکر ہیں اور نجم غیطی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات نفس فضیلت کے منکر نہیں صرف اجتماع و احتفال کو بدعت قرار دیتے ہیں، انفراداً استحباب کے قائل ہیں۔

(کذا نقل عنہ الزبیدی رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۱۲۰۵ھ فی الاتحاف (۳: ۴۲۷)

و کذا قال الشرنبلالی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ المتوفی ۱۰۹۹ھ (مراقی الفلاح ص:۲۱۹)

تطبیق کی کوئی صورت نظر نہیں آتی لہٰذا صورت ترجیح ہی متعین ہے، ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ مذہب کے مشہور امام ہونے کے علاوہ بلحاظ زمان و درجہ بھی بہت متقدم ہیں، نجم غیطی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۹۸۴ھ) دو سو سال بعد گزرے ہیں، پھر آپ سے ناقل ''زبیدی'' تک تین سو سال کا فصل ہے، اگر غیطی کی کسی کتاب میں ہے تو وہ ابن رجب کی کتاب جیسی معروف نہیں۔

شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سو سال بعد گزرے ہیں، آپ نے کوئی حوالہ بھی تحریر نہیں فرمایا، ممکن ہے کہ نجم غیطی ہی سے نقل کیا ہو، جس کا حال اوپر لکھا جا چکا ہے، اس لیے یہ قول امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اس اختلاف کا اس حقیقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے نصف شعبان کی فضیلت کے بارے میں کسی قسم کی کوئی روایت نہیں۔

یہ تحقیق ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے متعلق تھی، اس میں شبہ نہیں کہ چاروں ائمہ کے جمہور مقلدین نفسِ فضیلت کے قائل ہیں۔

روایاتِ حدیث:

قال الامام ابن رجب رحمہ اللّٰہ تعالیٰ:

''شب نصف شعبان کی فضیلت میں اور متعدد احادیث ہیں جن میں اختلاف ہے، اکثر محدثین نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن حبان نے ان میں سے بعض کو صحیح کہا ہے اور اپنی کتاب ''صحیح ابن حبان'' میں ذکر کیا ہے، ان میں سب سے بہتر حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔ اس حدیث کی تخریج امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے''۔

اس سے ثابت ہوا کہ جس حدیث کو ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح سمجھ کر اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے وہ اس حدیث سے بھی زیادہ ضعیف ہے جس کو امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ضعیف حدیث کے حکم کی تفصیل رسالہ ''حدیثِ ضعیف پر عمل کرنے میں مفاسد'' میں ہے۔

الحاق:

بوقت تحریر منکرین فضیلت کی تفصیل سے متعلق پانچ کتابیں سامنے تھیں جن کی عبارات (ترجمہ) لکھی جا چکی ہیں، تکمیل تحریر کے بعد چھٹی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ میں بھی منکرین تفصیل کا بیان مل گیا جو درج ذیل ہے:

٦۔ قال الامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

''اہل مدینہ سے علماء سلف اور غیر اہل مدینہ سے بھی بعض علماء خلف نے اس رات کی فضیلت کا انکار کیا اور اس بارے میں احادیث واردہ کو نا قابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

لیکن بہت سے یا اکثر اہل علم اس کی فضیلت کے قائل ہیں، امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے، اس بارے میں متعدد احادیث اور آثار سلف کی وجہ سے، اس رات کے بعض فضائل مسانید وسنن میں مروی ہیں، اگرچہ اس میں یقیناً کئی خودساختہ اور من گھڑت چیزیں بھی داخل کر دی گئی ہیں۔اس دن کے روزہ کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ تنہا اس دن کا روزہ رکھنا مکروہ ہے''۔(اقتضاء الصراط المستقیم، ص:٣٠٣)

اس سے امور ذیل ثابت ہوئے:

١۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت تفصیل کا ثبوت:

تاہم یہ حقیقت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات ٧٢٨ھ میں ہوئی ہے اور امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی ٧٩٥ھ میں۔ سڑسٹھ سال کی طویل مدت میں ہوئی ہے اور امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچ پائی جب کہ آپ مذہب حنبلی کے مشہور امام ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بہت ہی غیر معروفہ ہے اسی لیے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''**و لا یعرف للامام احمد رحمہ اللّٰہ تعالیٰ کلام**'' فرمایا ہے۔

٢۔ اس سے امام ابن رجب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کی مزید تائید ہوگئی اور یہ حقیقت مزید واضح ہوگئی کہ علماءِ مدینہ و اصحاب مالک رحمہم اللہ نفس فضیلت کے منکر ہیں، نجم غیطی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ خیال صحیح نہیں کہ یہ حضرات صرف اجتماع و احتفال کے منکر ہیں، نفس فضیلت کے قائل ہیں۔

علامہ طرطوشی اور علامہ پٹنی رحمہما اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں بھی نفس فضیلت کے انکار کی تصریح گزر چکی ہے اور زید بن اسلم رحمہ اللہ کا یہ ارشاد بھی:

''ہم نے اپنے مشائخ اور فقہاء میں سے کسی ایک کو بھی ایسا نہیں پایا جو شبِ براءت کی طرف کوئی التفات کرتا ہو اور اس کو دوسری راتوں پر فضیلت دیتا ہو''۔

زید بن اسلم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت جلیل القدر تابعی اور بہت بڑے محدث وفقیہ ہیں، آپ کے مشائخ وفقہاء حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور کبار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں اور اسلاف فقہاءِ مدینہ یہی حضرات ہیں، اس لیے کہ آپ

مدنی ہیں۔ واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔ (۱۳؍ربیع الاوّل، ۱۴۱۳ھ)

نصف شعبان میں ایصالِ ثواب:

سوال: شعبان کی پندرہویں رات کو قبرستان میں جانے اور اموات کو ایصالِ ثواب کرنے کا عام دستور ہے، اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

امداد الفتاویٰ میں اس طویل بحث ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''مولانا محمد صدیق صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق کے مطابق اس رات میں ایصال ثواب ثابت نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع تشریف لے جانا اور دعا ثابت ہے مگر یہ اس رات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزانہ کا معمول اور عادت مستمرہ تھی۔

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے آخر میں نصف شعبان کے ذکر سے اس رات کی تخصیص معلوم ہوتی ہے مگر بقول ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس روایت کی تضعیف فرمائی ہے، اس روایت میں نصف شعبانی کی زیادتی میں حجاج متفرد ہے جو سیٔ الحفظ اور مجروح ہے، علاوہ ازیں اس میں دو جگہ انقطاع ہے، حجاج کو یحییٰ سے اور یحییٰ کو عروہ سے سماع حاصل نہیں۔

اس زیادتی کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے استدلال صحیح نہیں، اس لیے کہ اس میں خروج الی البقیع کی وجہ بتانا مقصود نہیں بلکہ وقت معہود سے قبل خرج کی وجہ بتائی گئی ہے، عادتِ مستمرہ آخر لیل میں خروج کی تھی مگر اس شب اوّل لیل میں خروج ہوا، اس لیے کہ دوسری راتوں میں سماء دنیا کی طرف نزول آخر لیل میں ہوتا ہے اور اس شب ابتداءِ لیل سے ہی ہو جاتا ہے، اس لیے قبرستان میں جا کر دعا کرنے کو اس رات کے احکام وفضائل میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

دوسرے علماء قبرستان جا کر اموات کے لیے دعا کرنے کو حدیث مذکور کا مدلول قرار دے کر استحباب کے قائل ہیں، مگر فساد اعتقاد وقبائح عملیہ کے پیشِ نظر قبرستان جانے سے منع فرماتے ہیں۔

شبِ براءت اور مسلمان:

اس زمانہ کے مسلمانوں کا ذوق

☆ ترک منکرات ومعاصی ظاہرہ وباطنہ کی بجائے صرف فضائل کی طرف توجہ اور دنیا وآخرت کی فلاح وبہبود کے لیے اسی کو کافی سمجھنا، بلکہ اسی سے ولایت کے تمام درجات حاصل کر لینا۔

☆ فضائل مأثورہ کو چھوڑ کر خود ساختہ فضائل اور روایات موضوعہ کا اتباع۔

صراطِ مستقیم:

اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے مطابق دنیا وآخرت دنوں میں کامیابی وکامرانی کا واحد راستہ یہ ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچنے اور دوسروں کو بچانے کی کوشش کی جائے۔ ذکر اللہ بکثرت جاری رکھنے کا اہتمام کیا جائے اور عباداتِ نافلہ زیادہ سے زیادہ کی جائیں مگر طریقِ مسنون کے مطابق

بزہد و ورع کوش و صدق و صفا   و لیکن میفزائے بر مصطفیٰ!